Fikr-o-Nasar (Islamabad) 27:3 (1990)

تبصـــرہ کتب

نام کتاب : الردہ و نبذہ من فتوح العراق

مصنف : محمد عمر بن واقد الواقدی

تحقیق و تقدیم : ڈاکٹر محمد حمید اللہ

صفحات : ۱۸۶

صدر اسلام اور بالخصوص عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کی تاریخ چند در چند اہمیت کی حامل ہے۔ ایک غیر مسلم محقق کے لئے اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ دور اسلامی روایات، اسلامی فقہ، اسلامی تہذیب و تمدن اور خود امت مسلمہ کا تشکیلی دور ہے۔ اس دور میں جن روایات کا آغاز ہوا ۔ جن فقہی تصورات نے جنم لیا، جو تہذیبی اور تمدنی اصول وضع ہوئے اور جن خطوط پر امت کی تشکیل ہوئی ان سب کا اثر بعد کی پوری اسلامی تاریخ پر نمایاں طور پر ہمیشہ محسوس کیا گیا ۔ لیکن ایک مسلمان محقق کے لئے اس دور کی تاریخ بلکہ ہر جزئی سے جزئی واقعہ کی تفصیلات بھی بڑی اہمیت اور محبوبیت رکھتی ہیں ۔ مذکورہ بالا تحقیقی اہمیت کے علاوہ ، جس سے صرف اہل علم اور اصحاب تحقیق کو ہی دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ایک مسلمان قاری کو بھی ان تفصیلات میں ایک ایسی دلآویزی اور لذت محسوس ہوتی ہے جو شاید تاریخ کے کسی اور دور کو حاصل نہیں ہو سکتی ۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل علم و تحقیق نے دور صحابہ ہی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو اپنی تحقیقی ترکتازیوں کا موضوع بنایا اور اس کے ہر پہلو پر معلومات فراہم کرنا

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

اور ان کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنا اپنا زندگی کا مشن قرار دیا ۔ پھر تابعین کے دور سے اس تحقیقی عمل میں دور صحابہ اور بالخصوص دور خلفائے راشدین کی تفصیلات کا مطالعہ بھی شامل ہو گیا ۔ دوسری صدی هجری آتے آتے ایسے بے شمار اهل علم و محقق میدان میں آ گئے جنھوں نے عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کے مطالعہ کو اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکزی نقطہ قرار دیا ۔ اس ضمن میں تین نمایاں انداز فکر یا میدانہائے عمل سامنے آئے ۔ محدثین کرام نے اقوال رسول اور سنت رسول کی جمع و تدوین کے لئے خود کو وقف کیا ۔ فقہائے عظام نے کتاب و سنت کی عملی تعبیر و انطباق کے موضوع سے اعتناء کیا، اور سیرت نگاروں نے حیات رسول ، شخصیت رسول اور کارنامہ رسول سے بحث کی ۔

سیرت کے باب میں جو نام بہت نمایاں ہوئے ان میں ایک بڑا ممتاز لیکن بدقسمتی سے کچھ متنازعہ نام علامہ محمد بن عمر الواقدی کا ہے ۔ واقدی اور ان کے نامور شاگرد اور تربیت یافتہ علامہ ابن سعد نے سیرت کے موضوع پر جو کام کیا ہے وہ اگر منہا کر دیا جائے تو علم سیرت کی شاید وہ حیثیت نہ رہے جو آج موجود ہے ۔ واقدی کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کے موضوع پر گذشتہ بارہ سو سال سے علمی حلقوں میں بحث جاری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ واقدی کی تصانیف سے استفادہ اور اعتناء کا عمل بھی جبھی سے جاری ہے ۔ مزید برآں واقدی کے شاگرد رشید علامہ ابن سعد جن کی کتاب طبقات میں بہت سا مواد خود واقدی هی سے ماخوذ ہے هر دور میں مقبول و محترم اور غیر متنازعہ رہے هیں ۔

عصر حاضر کے جلیل القدر مفکر اور مایہ ناز محقق علامہ ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے بھی اس دور میں سیرت نبوی کے میدان میں جو کام کیا ہے وہ بلاشبہ اتنا هی وقیع اور وسیع ہے جتنا اس دور کے لحاظ

سے واقدی اور ان کے شاگرد ابن سعد کا تھا۔ روایت و ثقاھت کے روایتی اصولوں کی روشنی میں جو تنقید اس وقت واقدی پر کی گئی تھی ویسی ھی تنقید (خوش قسمتی سے اس سے بہت کم اور ھلکی) ڈاکٹر صاحب پر کی گئی۔ لیکن تاریخ کا یہ ناقابل تغیر اصول ہے کہ بےبنیاد تنقید اور بے جا تنقیص اپنی موت آپ مر جاتی ہے اور اصل بقاء دوام اس کام کو حاصل ھوتا ہے جو بقاء دوام کا مستحق ھوتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب جو دراصل دو رسائل کا مجموعہ ہے انھی علامہ واقدی کی تالیف ہے جس کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اپنے مختصر مگر وقیع مقدمہ اور تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ان دو رسائل میں پہلا رسالہ کتاب الردہ کے نام سے ہے جو مطبوعہ کتاب کے ۱۰۷ صفحات (صفحہ ۱۹ تا ۱۲۵) پر مشتمل ہے۔ فاضل محقق نے سہولت مطالعہ و حوالہ کے پیش نظر اپنے خاص اسلوب کے مطابق اس کو ۱۹۲ پیراگرافوں میں تقسیم کیا ہے۔ دوسرا رسالہ نسبةً مختصر ہے جو صفحہ ۱۲٦ سے شروع ھو کر صفحہ ۱۳۷ پر ختم ھو جاتا ہے اور کل بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ محقق علامہ نے پیراگرافوں کے نمبر دونوں رسالوں میں مسلسل ھی رکھے ھیں۔ اس لئے دوسرے رسالہ کا آغاز پیراگراف نمبر ۱۹۳ سے ھوتا ہے، اور انتہاء پیراگراف نمبر ۲۱۳ پر ھوتی ہے۔ دوسرے رسالہ کا اصل عنوان جو متن کتاب میں (صفحہ ۱۲٦) پر دیا ھوا ہے۔ وہ ذرا طویل ہے: نبذة فی ذکر المثنی بن حارثة الشیبانی وھو اول الفتوح بعد قتال اھل الردة، وھو ایضا من روایة ابن الاعثم الکوفی۔ ھمارے سامنے اصل مخطوطہ یا اس کے متعلقہ صفحہ کی کوئی عکسی نقل نہیں ہے اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ ساری عبارت ناسخ نے ھی عنوان قرار دی ہے یا فاضل محقق نے اس کو عنوان کی عبارت قرار دیا ہے۔ ھمارے اندازہ میں عنوان میں صرف یہ الفاظ رھے ھوں گے: نبذة فی ذکر المثنی بن حارثه

الشیبانی۔ بقیہ عبارت متن کی رہی ہو گی۔ ممکن ہے کسی ناسخ نے اس کو متن کے بجائے عنوان کا جزو سمجھ لیا ہو۔ غالباً اس خیال کے پیش نظر کتاب کے سرورق پر جو عنوان دیا گیا ہے وہ صرف نبذۃ من فتوح العراق ہے۔ کتاب کے آخر میں ۲۸ صفحات پر مشتمل تفصیلی فہرستیں (اسماء و قبائل ، بلاد و اماکن ، قوافی) بھی دی گئی ھیں جن سے کتاب کی اھمیت اور افادیت بڑھ گئی ہے۔

کتاب کا عام اسلوب بیان مصنف کی دوسری کتابوں (کتاب المغازی وغیرہ) سے ملتا جلتا ہے۔ یہی انداز اس دور میں دوسرے مشہور سیرت نگاروں ابن ھشام وغیرہ کے ھاں بھی ملتا ہے۔ لیکن اس کتاب میں بعض ایسی نئی معلومات بھی موجود ھیں جو سیرت کی عام متداول کتابوں میں نہیں ھیں۔ مثلاً صفحہ ۱۹ ھی پر یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس سے بھی پہلے انصار کا ایک اجلاس ھوا جس سے ان کے ایک لیڈر حضرت مالک بن التیہان رضی اللہ تعالی عنہ نے خطاب فرمایا اور مسلمانوں کو درپیش خطرات (مسیلمۂ کذاب، طلیحہ، فتنۂ ارتداد وغیرہ) گنانے کے بعد کہا کہ اگر اس موقع پر کسی ھاشمی یا قریشی کو خلافت کی ذمہ داری سپرد نہ کی گئی تو سراسر تباھی اور بربادی ہے۔ اسی طرح آگے صفحہ ۲۱ تا ۳۰ پر سقیفہ بنی ساعدہ کے مباحثات و مناقشات کی تفصیلات میں بھی بہت سی نئی باتیں ملتی ھیں۔ مثلاً وھاں آغازگفتگو ھی میں خود انصار کے تین قائدین (اسید بن نصیر، بشیر بن سعد، عویم بن ساعدہ) نے مطالبہ کیا کہ خلیفہ قریش میں سے ھی منتخب کیا جائے تاکہ پورے عرب میں اس نظام کو استحکام اور مقبولیت حاصل ہو سکے۔

فاضل محقق نے مختصر مگر جامع مقدمہ کے ساتھ ساتھ جابجا قیمتی حواشی بھی تحریر فرمائے ھیں۔ مقدمہ میں انھوں نے ان اکابر

محدثین کی شدید تنقیدات کی توجیہہ کرنے کی کوشش کی ہے جو واقدی پر کی گئی ہیں ۔ ان کے خیال میں واقدی کی علمی کاوشیں محقیقین و محدثین کی ضروریات کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ عامۃ الناس کی دلچسپی کی خاطر تھیں اس لئے اسناد اور متن میں ربط کے سلسلہ میں انہوں نے وہ کڑی احتیاطیں پیش نظر نہیں رکھیں جو محدثین کرام پیش نظر رکھتے ہیں ۔ پھر واقدی واقعات کی جو جزوی تفصیلات جمع کرتے ہیں ان میں وہ کڑا معیار ملحوظ رکھنا ممکن نہیں ہو سکتا جو عقائد و فقہ وغیرہ کے معاملات میں ضروری قرار دیا جاتا ہے۔

کتاب کی اس زبردست اہمیت کے باوجود یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس کا ایک ہی قلمی نسخہ دریافت ہو سکا ہے جو بانکی پور (بھارت) کے مشہور کتب خانہ خدا بخش میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ بھی تیرھویں صدی ھجری کے آخر یعنی ۱۲۷۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔ فاضل محقق نے اس نسخہ کی ثقاہت و اصلیت اور اس کے ماخذ کے بارہ میں کچھ ارشاد نہیں فرمایا ۔

کتاب پیرس میں چھپی ہے لیکن نشر و اشاعت کی ذمہ داری بیروت کے مشہور ناشر کتب الشرکۃ المتحدۃ للتوزیع نے لی ہے۔ وہیں سے یہ کتاب دستیاب ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی